AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

فقہی اِختلافات میں اَسلاف کی وُسعتِ نظری
(اِتحادِ اُمت کے لیے مثبت پہلوؤں کا تاریخی اور عصری جائزہ)

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
(ڈین فیکلٹی آف لاء، منہاج یونیورسٹی لاہور)
hasanqadri@mul.edu.pk
ڈاکٹر محمد فاروق رانا
farooqrana@gmail.com

Abstract

Difference of opinion is a natural and divinely intended aspect of human existence, as supported by the Qur'an and Sunna. While disagreements are unavoidable, the article argues that they should not result in division or conflict within the Muslim community. Instead, scholars and followers should embrace principles of mutual respect, tolerance, and prioritize unity over minor legal disputes. Early Islamic predecessors, who, despite their differences of opinions, upheld a sense of brotherhood and mutual respect. This article provides examples from the lives of renowned Imams such as Abu Hanifa, Malik, Shafi'i, and Ahmad b. Hanbal, who valued each other's perspectives and refrained from imposing their views on others. Additionally, the article explores the principles of ease and facilitation (tawassu') in Islamic jurisprudence, rooted in the Qur'an and Sunna. It highlights that the primary aim of Islamic law is to alleviate hardship and provide ease for people, as illustrated by the adaptability of early jurists in issuing rulings. The article also warns against the dangers of takfir (labeling someone as a non-believer) and underscores the need for careful consideration in matters of faith, as hasty judgments can have serious repercussions. In summary, the article advocates for a revival of the tolerance and mutual respect that defined the early

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

Muslim community. It encourages contemporary scholars and Muslims to focus on shared values rather than differences, to reject sectarianism, and to foster unity and understanding within the Umma. The article promotes a balanced approach to jurisprudential differences, grounded in the Qur'an and Sunna, and emphasizes the broader goals of Islamic law, which include justice, compassion, and the welfare of humanity.

Keywords: Tawassu', unity of Umma, differences, pious predecessors, jurisprudential differences, takfir.

1۔ تمہید

فقہی اِختلافات میں اَسلاف کی وُسعتِ نظری کے بارے یہ امر ذہن نشین کرلیں کہ اختلاف رائے کوئی تشویش ناک اور مضرت رساں امر نہیں ہے بلکہ اختلافِ رائے کا پایا جانا امر مسلم ہے۔ البتہ آدابِ اختلافات اور ضوابط کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے، بالخصوص اندریں حالات جبکہ اسلام دشمن طاقتیں نسلی، لسانی، جغرافیائی، اور خاص کر مسلکی اختلافات کو ابھارنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ان حالات میں محبانِ دین خصوصاً اہلِ علم حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ قلم وقرطاس کے ذریعہ ایسا ماحول اور سازگار فضا بنائیں کہ فروعی اختلافات کی آڑ میں دین دشمن طاقتیں فائدہ نہ اٹھا سکیں اور مسلمان باہم دست و گریباں ہونے کے بجائے فریق مخالف کا بھی احترام کریں۔ کوئی کسی کی نیت پر شک نہ کرے اور اختلاف رائے کو برداشت کرنے کا کلچر رواج پائے کیونکہ اختلاف تو ایک تقدیری امر ہے جو پیش آکے رہے گا۔

گزشتہ امتوں کے درمیان بھی اختلافات ہوتے رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً[1].

یہودی اِکہتر (71) یا بہتر (72) فرقوں میں بٹے، اور نصاریٰ بھی اِکہتر (71) یا بہتر (72) فرقوں میں بٹے؛ جب کہ میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 332/2، الرقم/8377، وأبو داود في السنن، كتاب الديات، باب شرح السنة، 197/4، الرقم/4596، والترمذي في السنن، كتاب الإيمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، 25/5، الرقم/2640، وابن ماجه في السنن، كتاب الفتن، باب افتراق الأمم، 1321/2، الرقم/3991.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

اختلاف کو جڑ سے مٹانا اور بالکل ختم کر دینا ممکن نہیں ہے، لہٰذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پوری امت کے درمیان کسی مسئلہ پر کوئی اختلاف ہی نہ ہو، وہ سب کے سب ایک ہی نہج و نظریہ کے مطابق حق پر اور قول راجح یا صحیح و مختار قول پر ہوں؛ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس کا وجود ممکن نہیں ہے۔ پوری انسانی تاریخ میں کبھی ایسا نہ ہو سکا۔ محض اختلاف کا پایا جانا مذموم نہیں بلکہ یہ تو سنّتِ الٰہیہ ہے کہ اُس مالکِ کائنات نے اپنی مخلوق انسان کو بھی شکل و صورت، رنگ و زبان اور طبیعت و عقلی صلاحیت کے اعتبار سے مختلف پیدا فرمایا ہے۔ اختلافات کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اسلاف ائمہ کے مابین فروعی مسائل میں اختلاف رہا لیکن ان کا یہ اختلاف کبھی امت کے درمیان افتراق و انتشار کا سبب نہ بنا۔ اسلاف کے حالات و واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وسعت قلبی اور کشادہ دلی کے ساتھ ایک دوسرے کی آراء کے احترام کو ملحوظ رکھ کر باہمی محبت و احترام کا رشتہ برقرار رکھا۔ وہ نہایت خوش روی اور خندہ پیشانی سے ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے تھے تاکہ امت کے اندر اتحاد و اتفاق قائم رہے۔ صحابہ و تابعین اور اسلاف ائمہ کے کئی واقعات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں جن کے مطالعہ سے ان کی وسعت قلبی اور اعلیٰ ظرفی کا پتہ چلتا ہے جس کے بدولت امت میں اتفاق و اتحاد قرار رہا۔ اختلافِ رائے کے باوجود بین المسالک اتحاد کی کوشش کرنا، ان علمی اختلافات کو جادہ مستقیم پر رکھنے کے لیے مقررہ اصول و ضوابط کی رعایت رکھنا ہمارے اسلاف کے مثبت رویوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اس آرٹیکل میں اسلاف ایسے مثبت پہلوؤں کا تاریخی اور عصری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

2۔ آسانی اور سہولت کے اُصول کی فراہمی دینِ اسلام کی بنیادی روح ہے

دین کی سب سے بڑی خوبی دو میں سے آسان راستے کے انتخاب کا اختیار ہے جو وسعت نظری یعنی 'توسع' کا بنیادی اُصول بھی ہے۔ قرآن و سنت سے براہِ راست آسانی و سہولت کے اُصول کی فراہمی دینِ اسلام کی وہ بنیادی روح ہے جس کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ عظیم حنبلی فقیہ علامہ ابنِ قدامہ نے لکھا ہے:

> إِنَّ لِلْمُفْتِي إِذَا اسْتُفْتِيَ وَكَانَتْ فَتْوَاهُ لَيْسَ فِيهَا سَعَةٌ لِلْمُسْتَفْتِي، فَلَهُ أَنْ يُحِيلَهُ إِلَى مَنْ عِنْدَهُ سَعَةٌ(2).
>
> اگر مفتی سے کسی مسئلے میں فتویٰ مانگا جائے اور اس کے فتویٰ میں مستفتی (فتوی طلب کرنے والے) کے لیے گنجائش نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ فتوی مانگنے والے کو کسی ایسے مفتی کے پاس بھیجے جس کے ہاں فتویٰ میں وسعت اور گنجائش ہو۔

لوگوں کی زندگیوں کو مشکلات سے نجات دلانے کے لیے کسی فیصلے کی تبدیلی فقہاء کا بنیادی رہنما اُصول رہا ہے۔ علامہ ابنِ قدامہ اپنے اِس مؤقف کی تائید ایک عملی مثال کے ذریعے کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ حسین بن بشار نے کسی مسئلے

---

[2] ابن قدامة في روضة الناظر في أصول الفقه، 1/386.

Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

پر امام احمد بن حنبل سے ان کی رائے پوچھی تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: 'ایسا کرنے والا جھوٹے حلف کا مرتکب ہوگا۔' الحسین بن بشار نے استفسار کیا: 'ابو عبداللہ! اگر کوئی مجھے یہ فتویٰ دے کہ ایسا شخص جھوٹا حلف اٹھانے والا نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں کیا کہا جائے گا؟' امام احمد بن حنبل نے جواب دیا: 'کیا تم رصافہ میں اہل مدینہ کے حلقے کو جانتے ہو؟' انہوں نے پوچھا: 'اگر وہ کوئی فتویٰ دیں تو کیا میرے لیے جائز ہوگا؟' امام احمد کا جواب 'ہاں' میں تھا۔

روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

> إِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ بَشَّارٍ سَأَلَهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فِي الطَّلَاقِ فَقَالَ: إِنْ فَعَلَ حَنَثَ، فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، إِنْ أَفْتَانِي إِنْسَانٌ يَعْنِي لَا يَحْنَثُ، فَقَالَ: تَعْرِفُ حَلْقَةَ الْمَدَنِيِّينَ حَلْقَةً بِالرَّصَافَةِ؟ فَقَالَ: إِنْ أَفْتَوْنِي بِهِ حَلَّ قَالَ: نَعَمْ(3).

> حسین بن بشار نے امام احمد بن حنبل سے طلاق سے متعلق کوئی سوال پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اگر اس بندے نے ایسا کیا تو وہ حانث (قسم توڑنے والا) ہو جائے گا۔ حسین بن بشار نے ان سے پوچھا: اے ابو عبداللہ! کوئی ایسا مفتی ہے جو مجھے یہ فتویٰ دے کہ وہ حانث نہیں ہوگا؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: رصافہ (بغداد) میں اہلِ مدینہ کے حلقہ کو جانتے ہو (جہاں مفتیانِ کرام کی ایک جماعت کے بارے میں سنا ہے کہ وہ آسانی پر مبنی فتویٰ دیتے ہیں)؟ حسین بن بشار نے کہا: اگر انہوں نے مجھے اس کے حانث نہ ہونے کا فتویٰ دیا تو کیا اُس بندے کے لیے اس پر عمل کرنا جائز ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں (جائز ہوگا)۔

یہاں امام احمد بن حنبل خود ہی سوال پوچھنے والے کو رصافہ جا کر مدنی علماء سے فتویٰ لینے کا حکم فرما رہے ہیں، کیونکہ ان علماء کی رائے وسعتِ نظری، ہمہ گیریت اور سہولت کاری پر مبنی ہوا کرتی تھی۔ یہی فقہی اُصول ہمیشہ اسلام کی بنیادی روح کے نزدیک ترین شمار کیے جاتے رہے ہیں۔ (4)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ہمیں دین کے دائرے اور فقہ کے دائرے میں فرق کرنا ہوگا۔ فقہ ایک جزو ہے جب کہ دین کل ہے۔ ہم دین پر اَلتَّوَسُّعُ بَيْنَ الْمَذَاهِبِ کے ذریعے ہی عمل کر سکتے ہیں۔ (5)

3۔ اسلاف نے اختلاف رائے کو کبھی کفر اور اسلام کا مسئلہ نہیں بنایا

اجتہادی فکر پر مبنی اختلاف سے علم و حکمت کے دائرہ کار میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ ایسے اختلاف کا مقصد امتِ مسلمہ کے

---

(3) ابن قدامة في روضة الناظر في أصول الفقه، ١/٣٨٦.

(4) شیخ الاسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، الانتقال بین المذاہب، ص 29/۔

(5) شیخ الاسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، الانتقال بین المذاہب، ص 115/۔

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

درمیان تفرقہ پیدا کرنا نہیں ہوتا۔اسلاف کا طرز عمل بتاتا ہے کہ انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ صرف میری بات حق ہے اور دوسروں کی باطل ہے۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

لَايَنۡبَغِي لِلۡفَقِيۡهِ أَنۡ يَحۡمِلَ النَّاسَ عَلَى مَذۡهَبِهِ، وَلَايُشَدِّدُ عَلَيۡهِمۡ(6).

کسی فقیہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کو صرف اپنے مذہب پر عمل کرنے کی ترغیب دے اور نہ ان پر اپنا مذہب اختیار کرنے پر سختی (زبردستی) کرے۔

مسلکی تعصب کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اختلاف رائے کو اختلاف فی الدین سمجھ کر اسے کفر اور اسلام کا مسئلہ بنالیا جاتا ہے۔ دینی احکام سے بے خبری، جہالت، علمی برتری، فروعی مسائل پر غیر ضروری تشدید، مسلکی شناخت اور تشخص کو ابھارنا وہ بنیادی مراحل واسباب ہیں جو مسلکی تعصب اور فرقہ واریت کے شعلوں کو ہوا دے کر اور امت کی وحدت کے خرمن کو خاکستر بنادیتے ہیں۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَايَقۡبِضُ الۡعِلۡمَ انۡتِزَاعًا يَنۡتَزِعُهُ مِنَ الۡعِبَادِ، وَلَكِنۡ يَقۡبِضُ الۡعِلۡمَ بِقَبۡضِ الۡعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمۡ يُبۡقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفۡتَوۡا بِغَيۡرِ عِلۡمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا(7).

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان سے علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ دفعتاً اُسے لوگوں کے سینوں سے سلب کرلے، بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب وہ (لوگوں میں) کسی عالم کو (باقی) نہیں چھوڑے گا تو لوگ (دین کے معاملات میں بھی) جاہلوں کو اپنے سربراہ بنالیں گے، ان سے (دین کے بارے میں) سوال پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اگر فروعی مسائل میں جہاں کو پیشوا بنانے کے بجائے اختلافات کی حقیقت سے آگاہی کے ساتھ اخلاص، للہیت، خوف خدا اور دیانت کا غلبہ ہو تو اعتدال کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے اور نہ ہی باہمی نزاع تک نوبت پہنچے۔

ڈاکٹر حمید اللہ ماضی قریب کے ایک نامور محقق ہیں۔انہوں نے سیرت اور اسلامی تعلیمات کا عمیق اور گہرا مطالعہ کر کے قابل

---

(6) ابن مفلح الحنبلي في الداب الشرعية والمنح المرعية، 1/189.

(7) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، 1/50، الرقم/100، ومسلم في الصحيح، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان، 4/2058، الرقم/2673، والترمذي في السنن، كتاب العلم، باب ما جاء في ذهاب العلم، 5/31، الرقم/2652.

قدر کتابیں تصنیف کیں اور انتہائی عمیق تحقیق دنیائے اسلام کے سامنے پیش کی۔ تمام مسالک کے اہل علم ان کے علمی کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔اُن سے کسی نے سوال پوچھا کہ اگر ایک غیر مسلم آپ سے کہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم آپ مجھے وہ فرقہ بتادیں جس کے عقائد و نظریات پر عمل پیرا ہو کر وہ صحیح مسلمان بن سکے۔ نیز اس بارے میں آپ ذاتی طور پر اُسے کیسے مطمئن کریں گے ؟اس سوال کا جواب ڈاکٹر صاحب نے جس وسعتِ ظرفی کے ساتھ دیا وہ آداب اختلاف میں رہنمائی کا بہترین اُصول ہے۔انہوں نے فرمایا:

> اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فرقے کے اندر یا مذہب کے اندر ہے تو پورے خلوص اور پورے یقین کے ساتھ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کا یہی مذہب ٹھیک ہے۔ لہٰذا اپنے پاس آنے والے طالب علم کو بغیر اصرار کے اس پر چلانے کی کوشش کرے گا۔ میرا اپنا طرزِ عمل اس بارے میں کچھ متذبذب سا رہا ہے۔ پیرس میں بعض نو مسلم فرانسیسی مجھ سے پوچھتے رہے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ مسلمانوں میں بہت سے فقہی مذاہب (Schools of Law) ہیں: حنفی، شافعی، مالکی، ہم کسے اختیار کریں؟۔ مالکی مذہب میرا مذہب نہیں ہے۔ لیکن فرانس میں شاید اسّی پچاسی فیصد یا اس سے بھی زیادہ مسلمان مالکی مذہب کے ہیں۔ لہٰذا میں اُن سے کہتا ہوں کہ مالکی مذہب تمہارے ماحول کے لیے موزوں تر ہے۔ میں خود مالکی مذہب کا نہیں ہوں، لیکن میرا خیال ہے کہ تم اس ماحول میں جذب ہونے کے لیے مالکی مذہب کے رہو تو یہ زیادہ مناسب ہو گا۔ یہ میرا طرزِ عمل رہا ہے اس بارے میں آپ کو اختیار ہے۔ آپ جس طرح چاہیں، عمل کریں، اور ظاہر ہے کہ آپ اُسی مذہب کی طرف اُس نو مسلم کو بلائیں گے جو آپ کی رائے میں صحیح ہو گا[8]۔

یہی قرآنی فراست اور نبوی بصیرت ہے کہ آپ لوگوں کے لیے یُسر اور سہولت کی راہ کشادہ کریں تاکہ وہ پیش آمدہ مسائل حیات کی تلخیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

4۔ کتاب و سنت سے تمسک و اعتصام

قرآن نے جہاں اختلاف رائے کی اجازت دی ہے وہاں اس کے اصول و قوانین بھی متعین کیے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ہی کوئی حتمی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ قرآن کے قائم کردہ اصول کے مطابق اگر کسی مسئلہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو حتمی فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ہونا چاہیے۔ قرآن و سنت کے مقابلے میں کسی کی رائے کو اہمیت نہیں دی جا سکتی خواہ وہ کسی بھی امام کی ہو۔ لہٰذا جب اختلاف رائے ہو جائے تو فیصلہ کتاب و سنت سے ہو گا۔

---

[8] قاسم محمود، ڈاکٹر حمید اللہ کی بہترین تحریریں، ص 319-320۔

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا ٱخۡتَلَفۡتُمۡ فِيهِ مِن شَيۡءٖ فَحُكۡمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبِّي عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ أُنِيبُ ١٠﴾[9]

اور تم جس اَمر میں اختلاف کرتے ہو تو اُس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف (سے) ہوگا، یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوںo

اسی حوالے سے امام ابو حنیفہ کے متعلق خطیب بغدادی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب اپنی رائے کے متعلق کہتے ہیں:

قَوْلُنَا هَذَا رَأْيٌ، وَهُوَ أَحْسَنُ مَا قَدَرْنَا عَلَيْهِ، فَمَنْ جَاءَنَا بِأَحْسَنَ مِنْ قَوْلِنَا فَهُوَ أَوْلَى بِالصَّوَابِ مِنَّا.[10]

ہمارا قول: میری رائے ہے، اور یہ وہ بہترین چیز ہے جو ہم کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی میرے قول سے بہتر رائے لے آئے تو وہ میرے نزدیک زیادہ صحیح ہوگی۔

اسی طرح امام شافعی کہتے ہیں: جب میں کوئی قول کہوں اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان میرے قول کے خلاف ہو تو میرے قول کی ہر گز تقلید نہ کرنا۔ اسی طرح کا قول امام الحرمین نے نقل کیا ہے کہ امام شافعی کہتے ہیں: جب تمہارے پاس کوئی صحیح حدیث پہنچے جو میرے مذہب کے خلاف ہو میرے مذہب کی مخالفت کرنا اور حدیث کی پیروی کرنا۔[11]

سورۃ النساء میں قرآن نے واضح پیغام دے دیا کہ رائے وہی قبول کی جائے گی جو قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو اور اگر کسی مسئلہ میں حتمی فیصلہ کرنا مشکل ہو تو پھر بھی قرآن وسنت کو مرکز و محور بنانا ہوگا۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾[12]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول ﷺ کی

---

(9) الشوری، 10/42.

(10) الخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 473/15.

(11) الشاه ولي ال الدهلوي في عقد الجيد، ص/22.

(12) النساء، 59/4.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

طرف لوٹادو اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں شاہ ولی اللہ کہتے ہیں: تنازع کی صورت میں اللہ تعالی نے جائز قرار نہیں دیا کہ قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور بات کی طرف رجوع کریں۔ صحابہ کرام، تابعین اور تمام ائمہ و مجتہدین کا بھی اسی بات پر اجماع ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اقوال ہیں کہ قرآن وسنت کے خلاف ان کے اقوال کو ترک کر دیا جائے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں:

هؤلاءِ الفُقَهَاء كلهم قد نهوا عَن تقليد هم (13).

"ان تمام ائمہ نے (قرآن وسنت کے خلاف بات ہو تو) اس کی تقلید سے منع کیا ہے۔"

یہ وہ اصول و قوانین ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم بین المسالک ہم آہنگی اور اتحاد قائم کر سکتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں بالخصوص اس بات کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ شخصی رائے کی قرآن وسنت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور ہر مسئلہ کو پرکھنے کا معیار ہمیشہ قرآن وسنت ہونا چاہیے۔ علماء کرام عامۃ الناس میں دین کی اصل روح کو اجاگر کریں، دین بطور محبت اور امن کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اختلاف رائے کو کفر و شرک کی طرف نہ لے کر جائیں، لوگوں کو منتشر کرنے کے بجائے مجتمع کریں اور نفرتوں کے بیج بونے کے بجائے محبت کا درس عام کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اختلاف کے حل میں بڑی اہم بات کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل تخریج (یعنی فقہا) کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ (اپنے ائمہ کے کلام کو کرید کرید کر) کسی ایسے قول کی تخریج کریں جو اس کلام کی روح اور مزاج سے ہم آہنگ نہ ہو اور اہل زبان و علمائے لغت کا عام اسلوب سخن فہمی اس قول کو اس کلام کا نتیجہ قرار دینے سے انکار کر رہا ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا جَازَ التَّخْرِيجُ لِأَنَّهُ فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ تَقْلِيدِ الْمُجْتَهِدِ، وَلَا يَتِمُّ إِلَّا فِيمَا يُفْهَمُ مِنْ كَلَامِهِ (14).

تخریج تو اس وجہ سے جائز ہے کہ وہ در حقیقت مجتہد کی تقلید کا دوسرا نام ہے، اس لیے وہ نقص سے پاک اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ کلام مجتہد کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر کی گئی ہو۔

اختلاف کی صورت میں فقہی اصول کے بجائے حدیث رسول کو ترجیح دینے کے بارے وہ لکھتے ہیں:

---

(13) الشاه ولي الله الدهلوي في عقد الجيد، ص/14.

(14) الشاه ولي الله الدهلوي في الانصاف في بيان أسباب الاختلاف، ص/63.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَرُدَّ حَدِيثًا أَوْ أَثَرًا تَطَابَقَ عَلَيْهِ كَلَامُ الْقَوْمِ لِقَاعِدَةٍ اسْتَخْرَجَهَا هُوَ أَوْ أَصْحَابُهُ كَرَدِّ حَدِيثِ الْمُصَرَّاةِ (15)،

وَكَإِسْقَاطِ سَهْمِ ذَوِي الْقُرْبَى فَإِنَّ رِعَايَةَ الْحَدِيثِ أَوْجَبُ مِنْ رِعَايَةِ تِلْكَ الْقَاعِدَةِ الْمُخَرَّجَةِ (16).

اور یہ مناسب نہیں کہ کسی حدیث یا اثر کو رد کیا جائے جس پر لوگوں کے کلام میں اتفاق ہو، محض اس بنیاد پر کہ اس نے یا اس کے اصحاب نے کوئی قاعدہ وضع کیا ہے جیسے حدیث المصراۃ کو رد کرنا یا قریبی رشتہ داروں کے حصے کو ختم کرنا کیونکہ حدیث کا لحاظ رکھنا اس قاعدے کی رعایت کرنے سے زیادہ ضروری ہے جو وضع کیا گیا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک کسی فقہی اصول کے مقابلے میں حدیث رسول ﷺ کا لحاظ اور اسے مقدم رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ آپ کی آراء سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف متقدمین اور متاخرین میں مسلکی تعصب سرے سے نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ صرف دلیل سے بات کرتے تھے اور ذاتی عداوت و دشمنی سے دور رہتے تھے۔

5۔ اختلافی مسائل میں کسی چیز کو منکر قرار دینے کا اصول

جو امر شریعت کے مطابق ہے وہ معروف ہے اور جو شریعت کے خلاف ہے وہ منکر ہے۔ کسی چیز کو معروف یا منکر قرار دینے کا حق صرف شارع کو حاصل ہے یعنی ہر وہ قول و عمل جس کے کرنے کا شارع نے حکم دیا ہے وہ معروف ہے اور جس سے شارع نے روک دیا ہے وہ منکر ہے۔

1۔ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْعَمَلُ إِذَا كَانَ عَلَى خِلَافِ سُنَّةٍ أَوْ إِجْمَاعٍ وَجَبَ إِنْكَارُهُ.

جو عمل یا قول اجماع یا سنت کے خلاف ہے اسے منکر کہا جائے گا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

وَأَمَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْمَسْأَلَةِ سُنَّةٌ وَلَا إِجْمَاعٌ وَلِلِاجْتِهَادِ فِيهَا مَسَاغٌ فَلَا يُنْكَرُ عَلَى مَنْ عَمِلَ بِهَا مُجْتَهِدًا أَوْ مُقَلِّدًا (17).

اگر کسی مسئلے میں سنت یا اجماع نہ ہو اور اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو تو ایسے مسئلہ میں اگر کوئی شخص اپنے اجتہاد یا تقلید کے ساتھ عمل کر لے تو اس کا انکار نہیں کیا جائے گا۔

---

(15) أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب البيوع، باب إن شاء رد المصراة وفي حلبتها صاع من تمر، 2/756، الرقم/2044.

(16) الشاه ولي الله الدهلوي في الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف، ص/63.

(17) ابن مفلح الحنبلي في الآداب الشرعية والمنح المرعية، 1/191.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

جو لوگ اجتہادی و فقہی اختلاف اور غیر اجتہادی اختلاف میں فرق نہیں کرتے، اس حوالے سے علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کو تمام مسائل کو اجتہادی مسائل سمجھ لینے کی وجہ سے یہ مغالطہ لاحق ہوا۔ اس غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

وَالصَّوَابُ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَئِمَّةُ أَنَّ مَسَائِلَ الِاجْتِهَادِ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا دَلِيلٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ وُجُوبًا ظَاهِرًا مِثْلَ حَدِيثٍ صَحِيحٍ لَا مُعَارِضَ لَهُ مِنْ جِنْسِهِ فَيَسُوغُ إذَا عُدِمَ ذَلِكَ الِاجْتِهَادُ لِتَعَارُضِ الْأَدِلَّةِ الْمُقَارِبَةِ أَوْ لِخَفَاءِ الْأَدِلَّةِ فِيهَا[18]۔

صحیح نقطہ نظر وہی ہے جسے ائمہ فقہاء نے اختیار کیا ہے کہ اجتہادی مسائل میں جب تک ایسی دلیل موجود نہ ہو جس پر عمل کرنا واجب ہو، مثلاً ایسی صحیح حدیث مل جائے جس کا کوئی معارض نہ ہو، تو ایسی صورت میں اجتہادی رائے سے اختلاف کرنا جائز ہے۔

2۔ خطیب بغدادی نے امام سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

مَا اخْتَلَفَ فِيهِ الْفُقَهَاءُ فَلَا أَنْهَى أَحَدًا مِنْ إِخْوَانِي أَنْ يَأْخُذَ بِهِ[19]۔

جس بات میں فقہاء کا اختلاف ہو تو میں اس میں کسی مسلمان بھائی کو اس پر عمل کرنے سے نہیں روکتا۔

3۔ اسی طرح امام سفیان ثوری کا یہ بھی قول ہے:

إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ الَّذِي قَدِ اخْتُلِفَ فِيهِ وَأَنْتَ تَرَى غَيْرَهُ فَلَا تَنْهَهُ[20]۔

جب آپ کسی کو کوئی ایسا عمل کرتے دیکھیں جس میں مجتہدین کا اختلاف ہو اور تمہاری رائے میں عمل دوسرا ہو تو آپ اسے اس عمل سے نہ روکیں۔

4۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

وَلَا إِنْكَارَ فِيمَا يَسُوغُ فِيهِ خِلَافٌ مِنَ الْفُرُوعِ عَلَى مَنِ اجْتَهَدَ فِيهِ[21]۔

کسی ایسے شخص پر اعتراض نہیں کرنا چاہے جو کسی ایسے مسئلے میں اجتہاد کرے جس کی فروع میں اختلاف ہو سکتا ہو۔

5۔ امام احمد بن حنبل مزید فرماتے ہیں:

---

[18] ابن مفلح الحنبلي في الاداب الشرعية والمنح المرعية، 1/191-192۔

[19] الخطيب البغدادي في الفقيه والمتفقه، 2/135۔

[20] الخطيب البغدادي في الفقيه والمتفقه، 2/136۔

[21] ابن مفلح الحنبلي في الاداب الشرعية والمنح المرعية، 1/188۔

أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يُنْكِرَ عَلَى غَيْرِهِ الْعَمَلَ بِمَذْهَبِهِ فَإِنَّهُ لَا إِنْكَارَ عَلَى الْمُجْتَهِدَاتِ (22).

کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ دوسرے مسلک کے مقلد پر نکیر کرے کہ مسائل میں اجتہادات کی گنجائش سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

6۔ علامہ ابن رجب حنبلی کہتے ہیں:

وَالْمُنْكَرُ الَّذِي يَجِبُ إِنْكَارُهُ: مَا كَانَ مُجْمَعًا عَلَيْهِ، فَأَمَّا الْمُخْتَلَفُ فِيهِ، فَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ: لَا يَجِبُ إِنْكَارُهُ عَلَى مَنْ فَعَلَهُ مُجْتَهِدًا فِيهِ، أَوْ مُقَلِّدًا لِمُجْتَهِدٍ تَقْلِيدًا سَائِغًا (23).

جس منکر سے منع کرنا واجب ہے، اس سے مراد ایسا کام ہے جس کا ممنوع ہونا اجماع سے ثابت ہو (لہٰذا اس کے کرنے سے منع کیا جائے گا) لیکن جن امور میں اجتہادی اختلاف ہے، ان کے بارے میں ہمارے بعض ائمہ کا قول یہ ہے کہ اس سے منع کرنے کی ضرورت نہیں، خواہ وہ خود مجتہد ہو یا کسی مجتہد کی صحیح تقلید کرتا ہو۔

7۔ امام غزالی کسی امر کے منکر ہونے کی چوتھی شرط یوں بیان کرتے ہیں:

أَنْ يَكُونَ كَوْنُهُ مُنْكَرًا مَعْلُومًا بِغَيْرِ اجْتِهَادٍ فَكُلُّ مَا هُوَ فِي مَحَلِّ الِاجْتِهَادِ فَلَا حِسْبَةَ.

فَلَيْسَ لِلْحَنَفِيِّ أَنْ يُنْكِرَ عَلَى الشَّافِعِيِّ أَكْلَهُ الضَّبَّ وَالضَّبُعَ وَمَتْرُوكَ التَّسْمِيَةِ. وَلَا لِلشَّافِعِيِّ أَنْ يُنْكِرَ عَلَى الْحَنَفِيِّ شُرْبَهُ النَّبِيذَ الَّذِي لَيْسَ بِمُسْكِرٍ، وَتَنَاوُلَهُ مِيرَاثَ ذَوِي الْأَرْحَامِ، وَجُلُوسَهُ فِي دَارٍ أَخَذَهَا بِشُفْعَةِ الْجِوَارِ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ مَجَارِي الِاجْتِهَادِ (24).

منکر ایسا عمل ہے جس کا ممنوع ہونا کسی وجہ اجتہاد کے بغیر ثابت ہو۔ تو ہر وہ شرعی حکم جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اس میں کسی کا مواخذہ نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً کسی حنفی المسلک کے لیے یہ جائز نہیں کہ شافعی المسلک کو گوہ اور بجو کا گوشت کھانے اور بوقت ذبح بسم اللہ نہ پڑھنے پر ملامت کرے۔ اسی طرح کسی شافعی المسلک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ حنفی المسلک کو غیر نشہ آور نبیذ پینے، ذوی الارحام کی میراث لینے اور ایسے گھر کو استعمال کرنے پر ملامت کرے جو اس نے پڑوسی سے بذریعہ شفعہ لیا ہے اور اسی طرح دیگر اجتہادی مسائل وغیرہ۔

8۔ امام نووی فرماتے ہیں:

الْعُلَمَاءُ إِنَّمَا يُنْكِرُونَ مَا أُجْمِعَ عَلَيْهِ أَمَّا الْمُخْتَلَفُ فِيهِ فَلَا إِنْكَارَ فِيهِ لِأَنَّ عَلَى أَحَدِ الْمَذْهَبَيْنِ كُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيبٌ وَهَذَا هُوَ الْمُخْتَارُ

(22) ابن مفلح الحنبلي في الآداب الشرعية والمنح المرعية، 189/1۔
(23) ابن عبد البر في جامع العلوم والحكم، 254/2۔
(24) الغزالي في إحياء علوم الدين، 325/2۔

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

عِندَ كَثِيرِينَ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ أَوْ أَكْثَرِهِمْ وَعَلَى الْمَذْهَبِ الْآخَرِ الْمُصِيبُ وَاحِدٌ وَالْمُخْطِىءُ غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ لَنَا، وَالْإِثْمُ مَرْفُوعٌ عَنْهُ[25].

علماء صرف ان امور میں اعتراض اور ملامت کرنے کے مجاز ہیں جن کے حلال یا حرام ہونے پر ائمہ کا اتفاق ہو۔ جن مسائل میں اجتہادی اختلاف ہے، ان میں کسی مسلک کے پیروکار کو منع کرنا درست نہیں کیونکہ ایسے مسائل میں ایک موقف یہ ہے کہ: كُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيبٌ (ہر اجتہاد کرنے والا حق پر ہے) اکثر علماء کا نقطۂ نظر یہی ہے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ المصیب واحد (درست یا حق پر ایک ہی ہو سکتا ہے) لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ غلطی پر کون ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہے۔

اجتہاد انسانی کاوش ہے جس میں درست اور خطا دونوں کا امکان موجود ہوتا ہے لیکن کسی کی نیت پر شک کرکے بدگمانی سے کام لینا اور یہ رائے قائم کرنا کہ انہوں نے قصداً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے، یہ بات آدابِ اختلاف کے منافی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اختلافِ رائے میں مجتہد فقہاء کرام کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے تاکہ اتحادِ امت کے امکانات روشن ہوں۔

6۔اسلاف تکفیر میں حددرجہ احتیاط کرتے تھے

علامہ سعد الدین تفتازانی نے ''شرح المقاصد'' میں لکھا ہے:

وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا تَكْفِيرَ فِي الْفُرُوعِ أَصْلًا، إِلَّا فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَهِيَ أَنْ يُنْكِرَ أَصْلًا دِينِيًّا عُلِمَ مِنَ الرَّسُولِ ﷺ بِالتَّوَاتُرِ، لَكِنْ فِي بَعْضِهَا تَخْطِئَةٌ كَمَا فِي الْفِقْهِيَّاتِ، وَفِي بَعْضِهَا تَبْدِيعٌ كَالْخَطَإِ الْمُتَعَلِّقِ بِالْإِمَامَةِ وَأَحْوَالِ الصَّحَابَةِ(26).

جان لو کہ فروع میں سرے سے تکفیر ہو ہی نہیں سکتی، سوائے ایک مسئلہ کے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے اصول دین کا انکار کیا جائے جس کا علم رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ہو، اور باقی فروعی مسائل میں بعض میں خاطی (خطا کرنے والا) کہا جائے گا (جیسا کہ فقہی مسائل میں ہوتا ہے) اور بعض میں بدعتی کہا جائے گا، جیسے (شیعہ کے ہاں) مسئلہ امامت اور احوالِ صحابہ میں خطا۔

تکفیر میں کتنی احتیاط ضروری ہے؟ اس بارے ملا علی قاری فرماتے ہیں:

---

[25] النووي في المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، 2/23.
[26] الغزالي في فيصل التفرقة بين السلم والزندقة، ص/61-62.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

وَأَنَّ الْمَسْأَلَةَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِالْكُفْرِ إِذَا كَانَ لَهَا تِسْعٌ وَتِسْعُونَ احْتِمَالًا لِلْكُفْرِ وَاحْتِمَالٌ وَاحِدٌ فِي نَفْيِهِ فَالْأَوْلَى لِلْمُفْتِي وَالْقَاضِي أَنْ يَعْمَلَ بِالِاحْتِمَالِ النَّافِي لِأَنَّ الْخَطَأَ فِي إِبْقَاءِ أَلْفِ كَافِرٍ أَهْوَنُ مِنَ الْخَطَأِ فِي إِفْنَاءِ مُسْلِمٍ وَاحِدٍ (27).

وہ مسئلہ جو کفر سے متعلق ہو، اس میں اگر ننانوے (99) احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک پہلو کفر کی نفی کر رہا ہو تو مفتی اور قاضی کے لیے اولیٰ (بہتر) ہے کہ وہ کفر کی نفی کرنے والے پہلو کو اختیار کرے، کیوں کہ غلطی سے ایک ہزار کافروں کو چھوڑنا بہتر ہے بہ نسبت اس بات کے کہ غلطی سے ایک مسلمان کو ضائع کر دے۔

تکفیر سے احتیاط کی اس روش کی تائید میں حضرت مجدد الف ثانی، اور سید شریف جرجانی کے ہاں بھی اقوال ملتے ہیں، لیکن احتیاط کے اس موقف کا کیا یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل قبلہ خواہ کچھ بھی کریں، ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِ عُلَمَائِنَا لَا يَجُوزُ تَكْفِيرُ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ لَيْسَ مُجَرَّدَ التَّوَجُّهِ إِلَى الْقِبْلَةِ فَإِنَّ الْغُلَاةَ مِنَ الرَّوَافِضِ الَّذِينَ يَدَّعُونَ أَنَّ جِبْرَئِيلَ غَلِطَ فِي الْوَحْيِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى أَرْسَلَهُ إِلَى عَلِيٍّ وَبَعْضُهُمْ قَالُوا: إِنَّهُ إِلٰهٌ وَإِنْ صَلَّوْا إِلَى الْقِبْلَةِ لَيْسُوا بِمُؤْمِنِينَ (28).

مخفی نہ رہے کہ ہمارے علما کا یہ قول کہ "کسی گناہ کی بنیاد پر اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔" اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو شخص محض قبلہ رخ نماز پڑھتا ہو۔ اس لیے کہ وہ غالی رافضی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت جبریل رضی اللہ عنہ نے وحی لانے میں غلطی کر دی، ان کو اللہ نے وحی دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ "خدا" ہیں، تو ایسے لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے بھی نمازیں پڑھتے ہوں، یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

اسی بات کی تائید علامہ سعد الدین تفتازانی، اور شاہ عبد العزیز کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے۔ علامہ ابن عابدین کے مطابق اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص ضروریات دین کا مخالف ہے، وہ کافر ہے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور عمر بھر اس نے اطاعت و فرمانبرداری میں گزار دی ہو (29)۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ضروریات دین کے بارے اختلاف کم ہیں جبکہ ایک دوسرے کے بارے غلط فہمیاں اور بد گمانیاں زیادہ ہیں۔ ہمارے معاشرے میں عموماً کسی مسلک کے بارے میں دوسرے مسلک والوں کی

---

(27) الملا علي القاري في شرح الفقه الاكبر، ص 270۔
(28) الملا علي القاري في شرح فقه الاكبر، ص 270۔
(29) ابن عابدين الشامي في رد المختار، 1/37۔

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

رائے بالعموم اس مسلک کے کم علم واعظین اور مناظر حضرات کے بیان کردہ موقف پر مبنی ہوتی ہے۔ جب کہ ہر مسلک میں علمی رسوخ رکھنے والے معتدل اہل علم بھی موجود ہوتے ہیں۔ اگر ہم ان کی آراء سے آگہی حاصل کریں تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں اور یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جن مسائل کی بناء پر لوگ باہم دست و گریبان ہیں وہ محض غلط فہمیاں ہیں حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

7۔اختلاف کرنے والوں کے درمیان باہمی احترام کا رشتہ

آداب اختلاف میں ضروری امر یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں فریق ثانی کے مقابلہ میں خود کو قطعی طور پر اس سے اچھے ایمان والا، وسیع علم اور پختہ عقل والا نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس حوالے سے ہمارے ائمہ واسلاف کا وتیرہ وسعت و فراخی تھا۔ چند ایک روایات ملاحظہ ہوں۔

1۔ یحییٰ بن سعید نے فرمایا:

مَا بَرِحَ الْمُسْتَفْتُوْنَ یُسْتَفْتُوْنَ فَیُحِلُّ ھٰذَا وَیُحَرِّمُ ھٰذَا، فَلَا یَرَی الْمُحَرِّمُ اَنَّ الْمُحَلِّلَ ھَلَکَ لِتَحْلِیْلِہٖ، وَلَا یَرَی الْمُحَلِّلُ اَنَّ الْمُحَرِّمَ ھَلَکَ لِتَحْرِیْمِہٖ (30).

فتوی دینے والوں سے فتاوی و مسائل کا سوال ہمیشہ ہوتا رہا اور وہ جواب دیتے رہے، ایک نے ایک چیز کو حلال اور دوسرے نے اسی کو حرام کہا، لیکن حرام قرار دینے والے نے یہ نہیں سمجھا کہ حلال کہنے والا اس وجہ سے تباہ ہو گیا اور نہ حلال کہنے والے نے یہ قرار دیا کہ حرمت کا فتویٰ دینے والا اس کی وجہ سے برباد ہو گیا۔

2۔ امام احمد فرمایا کرتے تھے:

لَمْ یَعْبُرِ الْجِسْرَ اِلَی خُرَاسَانَ مِثْلُ اِسْحَاقَ وَاِنْ کَانَ یُخَالِفُنَا فِي اَشْیَاءَ فَاِنَّ النَّاسَ لَمْ یَزَلْ یُخَالِفُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا (31).

بغداد کا پل پار کر کے خراسان کی طرف اسحاق بن راہویہ جیسا آدمی نہیں آیا، اگرچہ وہ بعض چیزوں میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں کہ لوگ تو آپس میں برابر اختلاف کرتے رہے ہیں۔

3۔ امام ذہبی نے امام ابو نعیم کا یہ قول نقل کیا ہے:

کَلَامُ الْاَقْرَانِ بَعْضُھُمْ فِي بَعْضٍ لَا یُعْبَأُ بِہٖ لَا سِیَّمَا اِذَا لَاحَ لَکَ اَنَّہٗ لِعَدَاوَۃٍ اَوْ لِمَذْھَبٍ اَوْ لِحَسَدٍ لَا یَنْجُوْ مِنْہُ اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ وَمَا عَلِمْتُ اَنَّ عَصْرًا مِنَ الْاَعْصَارِ سَلِمَ اَھْلُہٗ مِنْ ذٰلِکَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ فَلَوْ شِئْتُ لَسَرَدْتُ لَکَ مِنْ

---

(30) ابن عبد البر في جامع بيان العلم وفضله، 2/902، الرقم/1691۔

(31) ابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، 8/128، والخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 6/348۔

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

ذَلِکَ کَرَارِیسُ (32).

معاصرین کاایک دوسرے کے بارے میں کلام و تبصرہ لائق اعتنا نہیں ہوتا بالخصوص جب یہ سمجھ میں آتا ہو کہ اس کے پیچھے عداوت، مسلک یا حسد کا دخل ہے، ان چیزوں سے تو بس وہی بچ پاتا ہے جس کو اللہ بچالے اور میں نہیں جانتا کہ حضرات انبیاء و صدیقین کے علاوہ کوئی ایسا ہوا ہے جو کسی زمانہ میں ایسی چیزوں سے محفوظ رہا ہو، اگر میں چاہوں تو اس بابت دفتر کے دفتر تیار کر سکتا ہوں۔

4۔ امام احمد بن حنبل نے بعض طلباء سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے کہا: ابو کریب کی مجلس سے، ابو کریب کا معاملہ یہ تھا کہ وہ امام احمد کو برا بھلا کہتے تھے اور بعض مسائل کی وجہ سے ان پر تنقید کرتے تھے، لیکن امام احمد نے فرمایا:

اُکْتُبُوا عَنْهُ، فَإِنَّهُ شَيْخٌ صَالِحٌ. فَقُلْنَا لَهُ: إِنَّهُ يَطْعَنُ عَلَيْكَ. قَالَ: فَأَيُّ شَيْءٍ حِيلَتِي، شَيْخٌ صَالِحٌ قَدْ بُلِيَ بِي (33).

ان سے احادیث لکھا کرو کہ وہ صالح بزرگ ہیں۔ اس پر ان طلباء نے کہا کہ وہ آپ کے اوپر اعتراض کرتے ہیں؟ فرمایا: میں کیا کر سکتا ہوں، آدمی نیک ہیں مگر میری وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے۔

5۔ ابن سعد نے زر بن حبیش اور ابو وائل کے متعلق عاصم سے روایت کی ہے:

كَانَ زِرُّ بْنُ حُبَيْشٍ أَكْبَرَ مِنْ أَبِي وَائِلٍ، فَكَانَا إِذَا اجْتَمَعَا جَمِيعًا لَمْ يُحَدِّثْ أَبُو وَائِلٍ عِنْدَ زِرٍّ. وَكَانَ زِرٌّ يُحِبُّ عَلِيًّا وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُحِبُّ عُثْمَانَ. وَكَانَا يَتَجَالَسَانِ فَمَا سَمِعْتُهُمَا يَتَنَاثَانِ شَيْئًا قَطُّ (34).

زرّ بن حبیش عمر میں ابو وائل سے بڑے تھے۔ جب وہ دونوں اکٹھے ہوئے تو ابو وائل نے کبھی زر بن حبیش کے سامنے حدیث بیان نہیں کی۔ زرّ بن حبیش حضرت علی کے محب تھے اور ابو وائل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔ وہ ایک ساتھ بیٹھتے تھے اور میں نے انہیں کبھی کسی بات پر بحث کرتے نہیں سنا۔

6۔ امام شافعی امام ابو حنیفہ کا فقہی مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: النَّاسُ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ۔ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج (خوشہ چیں) ہیں۔ (35)

یہ وہ ائمہ و مجتہدین ہیں جن میں سے بعض فقہی مسلک کے بانی تھے اور بعض ایک ہی مسلک میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے

---

(32) العسقلاني في لسان الميزان، 1/201 .
(33) ابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، 55/58.
(34) ابن سعد في الطبقات الكبرى، 6/105.
(35) الذهبي في مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبه، 1/30.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

اختلاف رائے رکھتے تھے۔اس کے باوجود تمام ائمہ نے علمی اختلافات کو حدود قیود میں رکھتے ہوئے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھااوردین کی اصل روح کواجاگر کیا۔

8۔دوسروں سے استفادہ کے لیے مکمل اتفاق ضروری نہیں

اسلاف کی مثبت روش میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ حسب ضرورت کسی بھی معتمد عالم دین سے مسائل اور فتاویٰ دریافت کرتے تھے۔یہ فقہاء کرام کااحسان عظیم ہے کہ انہوں نے فقہی ذخیرہ مرتب کرکے امت کے لیے آسانی پیدا کردی۔اسلاف وسیع الظرف اور صاحبِ توسُّع تھے۔انہوں نے کبھی کسی اختلافی مسئلے میں خواہش نفس کو دخل انداز نہیں ہونے دیا۔اختلاف کی صورت میں ائمہ واسلاف کا باہمی سلیقہ اورادب پر مشتمل طرزِ عمل ہر دور کے اہل علم حضرات کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے فرمایا:

اِخْتِلَافُ اُمَّتِي رَحْمَةٌ(36).

میری امّت میں اختلافِ رائے رحمت (ووسعت کا باعث) ہے۔

اختلاف ہونافطری ہے مگر وہ اختلاف 'انتشار وافتراق' میں تب بدلتاہے جب فروعی اور نظری معاملات کو عقیدہ بنا لیاجائے کیونکہ جب فروع اصول بن جائیں تو پھران کے لیے مرنااورمارناآسان ہوجاتاہے۔اختلاف توآصحاب رسول میں بھی ہو جاتاتھا مگر وہ علمی وفکری اختلافات کواپنی حدود میں رکھتے تھے،انہیں زوالِ ریاست اور ہلاکتِ انسانیت کاباعث نہیں بناتے تھے۔اختلاف رائے سے درحقیقت مسائل کاآسان حل پیش کرکے عامۃ الناس کے لیے نئی جہتوں کاتعین کرناہے۔اگرکسی اختلاف رائے کے سبب لوگوں کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو جائے اور وہ انتشار وافتراق کاشکار ہو جائیں تو ایسے اختلاف رائے کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

ہمارے معاشرے کا یہ بھی المیہ ہے کہ جس سے ہمیں دس فیصد بھی اختلاف ہو جائے اس سے استفادہ،تعاون اور تعلقات سب کچھ داؤپر لگادیتے ہیں۔حالانکہ یہ ہرگز دین کاتقاضانہیں کہ کسی سے استفادہ کے لیےاس کے فکر و نظریہ سے سو فیصد اتفاق ہو۔ہمارے ائمہ واسلاف کے اندر وسعتِ ظرف کا یہ عالم تھاکہ وہ ذراسے اتفاق کی بناپر بھی اچھے تعلقات بنالیتے تھے اوراستفادہ کی صورت نکالتے تھے۔امام مالک اکثر فرمایاکرتے تھے:

---

(36) ذكره الجصاص في أحكام القرآن، 2/314، والغزالي في إحياء علوم الدين، 1/27، والنووي في شرح صحيح مسلم، 11/91-92، والملا علي القاري في مرقاة المفاتيح، 1/59، والهندي في كنز العمال، 10/59.

Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

مَامِنْ أَحَدٍ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُرَدُّ إِلَّا قَوْلَ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ (37).

ہر آدمی کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، سوائے اس صاحب قبر کے۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ روضہ رسول ﷺ کی طرف اشارہ فرمایا کرتے۔

یہ قول دراصل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس روایت کا مفہوم ہے:

لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيَدَعُ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ (38).

حضور نبی اکرم ﷺ کے سوا ہر شخص کی بات کو قبول بھی کیا جاتا ہے اور رد بھی کیا جاتا ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ کسی سے اگر مجھے ننانوے نکات پر اختلاف ہے اور ایک پر اتفاق، تو میں اتفاق کے اس رشتے کو ٹوٹنے نہیں دوں گا۔ ہمارے اسلاف نے اس پہلو سے بھی ہماری رہنمائی کے لیے مثالیں چھوڑی ہیں۔

9۔ ائمہ کرام نے مسلکی منافرت وانتہاپسندی کے بجائے باہمی مودت ومحبت کو ترجیح دی

اختلاف ہونا کوئی عجیب بات نہیں لیکن اس اختلاف کی بنا پر قطع تعلق کر لینا اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگ جانا، اہل علم کی شان نہیں ہے۔ اسلاف مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود اخوت کے رشتے میں فرق نہ آنے دیتے اور اتحاد کے لیے مثبت رویے اپناتے۔ امام شافعی کے دور کے ایک عالم یونس الصدفی کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے زیادہ عقل مند عالم نہیں دیکھا۔ ایک دن ایک مسئلہ میں میں نے ان سے خوب بحث کی۔ پھر ہم لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔ اس کے بعد امام شافعی مجھے ملے تو میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

يَا أَبَا مُوسَى أَلَا يَسْتَقِيمُ أَنْ نَكُونَ إِخْوَانًا وَإِنْ لَمْ نَتَّفِقْ فِي مَسْأَلَةٍ (39).

اے ابو موسیٰ! اگرچہ ہم ایک مسئلہ میں متفق نہ ہو سکے لیکن کیا بھائی بھائی بن کر نہیں رہ سکتے۔

انسان کا دوسرے انسان سے اختلاف رائے رکھنا ایک فطری عمل ہے۔ ہر شخص اپنے مزاج، فطری ذوق اور طبعی میلان کی بنا پر دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ علمی و فکری صلاحیتوں کا اختلاف ہے۔ اکثر و بیشتر اعلیٰ و ادنی درجہ کی صلاحیتوں کے باعث ایک دوسرے کی رائے سے متفق ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ جب ایسی صورتِ حال پیش ہو تو یہ ایک عذر بن جاتا ہے۔ لہٰذا اس عذر اور مجبوری کو حقیقت سمجھتے ہوئے اسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ذرا سا بھی کوئی اختلاف کرے تو ہم اسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے حالانکہ سو فیصد اتفاق ایک ناممکن چیز ہے۔ لہذا ہر معاملہ پر

(37) ابن كثير في فضائل القرآن، ص/163.
(38) أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 11/341، الرقم/11940.
(39) ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق،51/302، الذهبي، سير أعلام النبلاء، 10/16.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

کامل اتفاق کی خواہش علمی و تمدنی ارتقاء میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

10۔اختلاف رائے کا عصری جائزہ

عصر حاضر میں مختلف مسالک کے علماء جب ایک دوسرے سے فروعی مسائل میں اختلاف کرتے ہیں تو اس میں واضح طور پر تعصب کی بو محسوس ہوتی ہے۔مسائل کو حل کرنے کے بجائے مزید الجھا دیا جاتا ہے اور لوگوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔یہ بات دین اسلام کی اصل روح کے خلاف ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ فروعی مسائل میں اختلافات رکھنے والے حضرات ایک دوسرے کی علمی اہمیت کو نہ صرف تسلیم کریں بلکہ ان کی مدلل رائے پر عمل بھی کریں۔مسلکی تعصب کی بناء پر بعض اوقات مخالف کو دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیا جاتا ہے۔حالانکہ کسی مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا بہت بڑا جرم ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ.(40)

جس نے کسی آدمی کو کفر کے ساتھ پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

اسلاف ائمہ نے ایک دوسرے سے اجتہادی آراء کی بنیاد پر اختلاف ضرور کیا مگر کسی نے دوسرے کو اپنے مسلک سے خارج نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کسی مجتہد نے اختلاف رائے کی بنیاد پر کسی پر خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ لگایا۔اگر اختلاف رائے کی وجہ سے یہ لوگ کسی کو اپنے مسلک سے نکالتے تو آج امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر فقہ حنفی میں کہیں نظر نہ آتے۔اس کے علاوہ وہ تمام فقہاء احناف جنھوں اپنے اکابر سے اجتہادی اختلافات کیے اور ان کی آراء کے برعکس اجتہادی آراء کا اظہار کیا، فقہ حنفی میں ان کا کوئی ذکر نہ ہوتا۔مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تمام اکابر علماء وفقہاء کے باہمی اختلافات ہونے کے باوجود بھی وہ فقہ حنفی کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔لہٰذا اجتہادی رائے کی بنیاد پر اختلاف رائے رکھنے والے کے بارے کبھی ایسا فتویٰ نہیں دینا چاہیے جس سے ایمان وکفر کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔علامہ ابن عبد البر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں لکھتے ہیں: یحییٰ بن سعید کہتے ہیں:

مَا بَرِحَ الْمُسْتَفْتُونَ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُحِلُّ هَذَا وَيُحَرِّمُ هَذَا، فَلَا يَرَى الْمُحَرِّمُ أَنَّ الْمُحَلِّلَ هَلَكَ لِتَحْلِيلِهِ وَلَا يَرَى الْمُحَلِّلُ أَنَّ الْمُحَرِّمَ هَلَكَ لِتَحْرِيمِهِ.(41)

فتویٰ دینے والوں سے مختلف فتاویٰ ومسائل کے سوالات ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور وہ جواب بھی دیتے رہے ہیں۔کسی

(40) أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، 1/79، الرقم/61۔

(41) ابن عبد البر في جامع بيان العلم وفضله، 2/902، الرقم/1691۔

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

نے ایک چیز کو حلال قرار دیا تو دوسرے نے اسی کو حرام قرار دیا۔ لیکن حرام کہنے والے نے یہ کبھی نہیں کہا کہ حلال قرار دینے والا اس وجہ سے تباہ ہو گیا اور نہ حلال کا فتویٰ دینے والے نے یہ کہا حرام کہنے والا اس وجہ سے برباد ہو گیا۔

ہمارے اسلاف اخلاص کے ساتھ حق کی جستجو کرتے تھے اس لیے جب بھی ان پر حق واضح ہو جاتا تو وہ فوراً اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے اور اپنی رائے ترک کر کے درست بات کو اختیار کر لیتے تھے۔ کتنا خوش آئین اور علم پرور رویہ ہے کہ مختلف مسائل میں امام ابو حنیفہ نے اپنی تمام تر علمی سطوت و شوکت کے باوجود اپنی رائے سے رجوع کر کے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نقطۂ نظر کو اختیار کیا۔ تمام حق پرست علماء کا ہر دور میں یہی شیوہ رہا ہے۔

11۔ فروعی مسائل میں وسعت و گنجائش اور برداشت کا وتیرہ اپنانا چاہیے

اختلافی مسائل میں آدابِ شریعت کو ملحوظ رکھ کر علمی بحث و مباحثہ اور تحقیقی اسلوب نہ صرف جائز ہے بلکہ دینِ اسلام کے ہمہ گیر ہونے کا ثبوت بھی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جہاں بعض فروعی مسائل مختلف فیہ ہیں تو وہاں اکثر مسائل متفق علیہ بھی ہیں۔ لہٰذا اہل علم اپنی علمی مجالس اور تلامذہ کے حلقے میں زیادہ اختلافی مسائل زیر بحث لانے کے بجائے ایسے مسائل پر توجہ مرکز کریں جو مختلف فقہی مسالک و مکاتب کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ مگر بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں معاملہ اس کے بالکل الٹ ہے۔ اختلافی مسائل میں اتنی شدت آ چکی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ مختلف مکاتب میں ہر مسئلہ میں اختلاف ہے اور ان کا ایک دوسرے کے قریب آنے کا کوئی امکان نہیں۔ مثلاً آج یہ مسائل تو زیر بحث آتے ہیں کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ، بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں، ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں، تراویح کی تعداد آٹھ ہے یا بیس، اور یہ کہ خون کا بہنا ناقض وضو ہے یا نہیں۔ ان مسائل پر زور دینے کے بجائے لوگوں کو نماز کی اہمیت کے بارے آگاہی دی جائے، تارک نماز کی سزا کیا ہے اور یہ کتنا بڑا جرم ہے، اس کے متعلق لوگوں بتایا جائے۔ دین کے اصولی مسائل پر زیادہ زور دیا جائے، مستحب اعمال کو فرائض پر ترجیح نہ دی جائے اور مختلف فیہ مسائل کو بھی احسن انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

قرآن حکیم نے بھی ایسی صورتحال میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسیحیوں کے ساتھ ایسے مسائل پر بات چیت کرنے کی دعوت دی ہے جو متفق علیہ ہیں، گو کہ ان کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے۔ اس کے باوجود قرآن نے فقط ایک نکتہ پر ان سے بات چیت کرنے کا حکم دیا جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان متفق علیہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ
شَيْـــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ(42)

(42) آل عمران، 3/64.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

آپ فرمادیں: اے اہل کتاب! تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن غیر مسلموں سے بات کرتے وقت متفق علیہ مسائل زیر بحث لانے کی بات کرتا ہے تا کہ ان کو اسلام کے قریب لایا جا سکے۔ کیا وجہ ہے جب مسلمان جو ایک خدا پر یقین رکھنے والے ہیں، ایک قرآن کو مانتے ہیں اور ایک رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں، اس کے علاوہ تقریباً تمام اصولی مسائل میں اتفاق کرتے ہیں مگر جب بحث ہوتی ہے تو اختلافی مسائل ہی زیر بحث آتے ہیں۔ متفق علیہ مسائل کے متعلق لوگوں کو آگاہی نہیں دی جاتی، قرآن وسنت کے بجائے اپنے مسلک کے عالم کی بات کو ترجیح دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں لوگوں میں متشدد رویے پیدا ہوتے ہیں، لوگ پبلک مقامات پر بھی ایسے اختلافی مسائل کو ہی زیر بحث لاتے ہیں کیونکہ انہوں نے ان مسائل کے علاوہ نہ کبھی کچھ سنا اور نہ کبھی پڑھا ہے۔ دانائے راز حضرتِ اقبالؒ نے ایسے رویوں سے اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے اپنے دل ودماغ میں وسعت پیدا کرتے ہوئے لوگوں کے سامنے دین اسلام کے متعلق صحیح تصور اجاگر کیا جائے اور لوگوں کو اختلافی مسائل کے بجائے متفق علیہ مسائل کی تلقین کی جائے۔ اختلافی مسائل فقط اہل علم تک محدود ہونے چاہییں۔ عوامی سطح پر ایسے مسائل کو پذیرائی نہ دی جائے۔

12۔اسلاف فراخ دل اور توسع پسند تھے

فقہاء کرام کے درمیان دلائل کو ترجیح دینے کی صلاحیت اور استعداد کی بنا پر احکام ومسائل کے استنباط میں اختلافات ہوئے۔ لیکن ان اختلاف کی بناء پر ائمہ کبھی بھی ایک دوسرے پر زبان طعن دراز نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اسلاف اس قدر فراخ دل اور توسع پسند تھے کہ اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ شاہ ولی محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وَكَانَ السَّلَفُ لَا يَخْتَلِفُوْنَ فِي أَصْلِ الْمَشْرُوْعِيَّةِ، وَإِنَّمَا كَانَ خِلَافُهُمْ فِي أَوْلَى الْأَمْرَيْنِ وَنَظِيْرُهُ اخْتِلَافُ الْقُرَّاءِ فِي وُجُوْهِ الْقِرَاءَةِ (43).

ائمہ واسلاف کے مابین اُحکام کی مشروعیت یعنی جواز یا عدم جواز کا اختلاف نہیں تھا۔ تمام فقہا کے نزدیک اختلاف اس

---

(43) الشاہ ولي ال الدہلوي في حجۃ ال البالغۃ، 2/269۔

Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

امر میں ہوتا کہ زیادہ بہتر اور اولیٰ صورت کونسی ہے۔اس کی مثال قراءت میں اختلافات ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم اجتہادی مسائل میں تمام مسالک کے ائمہ کے استنباط واستخراج کے اصول کو سامنے رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لیے باعث رحمت وسہولت اور وسعت ہے۔

دیوبند مکتب فکر کے معروف عالم دین مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا یہ اقتباس اختلاف کی حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ”الغرض وہ تمام مسائل جن میں سلف صالحین اور فقہائے امت کا اختلاف ہے، خصوصاً جن مسائل میں اختلاف صرف افضلیت وغیر افضیلت تک محدود ہے ان میں ایسا غلو اور تشدّد روا نہیں کہ ایک دوسرے کو توبہ کی دعوتیں دی جانے لگیں۔ ایسا غلو اور تشدد ابتداع فی الدین ہے جس سے شاہ (ولی اللہ محدث دہلوی صاحب کے بقول دین میں تحریف کا دروازہ کھلتا ہے،[44] ایسے لوگوں کا شمار اہل حق میں نہیں اہل بدعت میں ہے۔ میں اپنے بہادر بھائی اور ان کے دیگر ہم مشرب بزرگوں کی خدمت میں نہایت دردمندی سے گزارش کروں گا کہ آپ کے جذبہ عمل بالحدیث کی دل وجان سے قدر کرتا ہوں، مگر خدارا ان فروعی مسائل میں ایسا غلو اور تشدد روا نہ رکھئے جس سے دین کی حدود مٹ جائیں، فرائض وواجبات اور مستحبات کے درمیان خط امتیاز باقی نہ رہے اور بے دین طبقہ کو اہل دین کا تمسخر اڑانے کا موقع ملے۔ آپ جس سنت کو اولیٰ وافضل سمجھتے ہیں، بڑے شوق واخلاص کے ساتھ ان پر عمل کیجیے،ان شاءاللہ آپ کو اپنے مخلصانہ عمل کا اجر ضرور ملے گا۔ لیکن دوسرے حضرات کے نزدیک اگر دوسری سنت افضل وراجح ہے تو ان پر طعن نہ کیجیے؛ بلکہ اطمینان رکھئے ان کو بھی بشرط اخلاص اس دوسری سنت پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ آپ سے کم اجر نہیں ملے گا۔[45]“

جب سارے مکاتب فکر کے ائمہ کرام شرعی اصول وضوابط کے مطابق قرآن وحدیث، اجماع وقیاس سے ہی استدلال کرتے ہیں تو کسی کو لعن طعن کرنا روا نہیں۔ یہ بات مبلغین وواعظین اور بالخصوص ہمارے دینی مدارس کے مدرسین کے لیے قابل توجہ ہے کہ وہ کوئی ایسا طرز تبلیغ یا طرزِ تدریس اختیار نہ کریں جس سے کسی دوسرے مسلک کے امام کی تنقیص وتحقیر یا احترام میں کمی اور طلبہ کے ذہن میں نفرت پیدا ہو رہی ہو۔البتہ پوری دیانت داری کے ساتھ ترجیحات کا ذکر کر کے مسلک واضح

---

[44] (الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی حجۃ اللہ البالغۃ، 1/211.
[45] (لدھیانوی،اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص227/۔

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

کر دینا کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ ہمارے علماء وفضلا اگر راہِ اعتدال کے ساتھ فروعی اختلافات کو واضح کریں تو کچھ بعید نہیں کہ بہت جلد معاشرے میں باہمی تنازعات کی وجہ سے فسادات کا قلع قمع ہو جائے۔ حضرت اقبالؒ نے کتنی محبت آمیز نصیحت فرمائی ہے:

پاک رکھ اپنی زباں، تلمیذِ رحمانی ہے تو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو!

13۔حاصل بحث

ہمارے معاشرے میں دین اسلام کی تشریح کرتے ہوئے ترجیحات کا تعین درست نہیں کیا جاتا۔ بد قسمتی سے اختلاف رائے کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ فریقِ ثانی بہ ہر صورت غلط ہے اور میرا موٴقف بہ ہر طور درست ہے، یعنی منفی اختلاف رائے کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ جب تک ہم پھر سے لطف و کرم اور مہر و مروت کو اپنا مزاج نہیں بناتے، ہم مزاجِ رسول سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتے۔ آج پھر حالات ہم سے تقاضا کر رہے ہیں کہ ہم " تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ[46]"کو دستور بنا کر، "إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ [47]"کا مژدۂ جاں فزا سنا کر اس مجبور و مقہور انسانیت کو"لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [48]"کی حیات بخش خوش خبری سنائیں، تاکہ سہمی ہوئی اور خوف زدہ انسانیت کو پھر سے مرکز اسلام سے وابستہ کیا جا سکے۔

وہ نبی ﷺ جو خون کے پیاسوں کو "اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[49]"فرما کر آزاد کر دیتے تھے، آج ہم سے بعض خود کو اہل علم کہنے والے لوگ اسی نبی رحمت ﷺ کے فرامین کا خوارج کی طرح غلط اطلاق کرتے ہوئے دہشت پھیلا رہے ہیں۔ اگر کوئی اعتقادی طور پر آپ کے موافق نہیں ہے تو کم از کم آپ اس کے مکتب فکر کا احترام کرتے ہوئے اور اس کو space دیں، کیوں کہ اس کا ایک freedom of expression بھی ہے جو اس کا اسلامی، انسانی اور اخلاقی حق ہے۔

میرے خیال میں تنگ نظری اور فکری محدودیت سے شدت پسندی اور انتہا پسندی جنم لیتی ہے جس کا منطقی نتیجہ دہشت گردی اور سفاکیت کی صورت میں بر آمد ہوتا ہے۔

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

---

[46] آل عمران، 64/3.
[47] النساء، 2322/4.
[48] يوسف، 92/12.
[49] ابن هشام، السيرة النبوية، 74/5.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

مصادر ومراجع

1- القرآن الكريم.

2- احمد بن حنبل، ابو عبد الله بن محمد (١٦٤,٢٤١هـ/٧٨٠,٨٥٥ء). المسند. بيروت، لبنان: المكتب الاسلامي، ١٣٩٨هـ/١٩٧٨ء.

3- الغزالي، حجة الإسلام إمام أبو حامد محمد بن محمد بن محمد بن علي الغزالي الطوسي (450ھ-505ھ). احياء علوم الدين. دار المعرفة - بيروت.

4- الغزالي، حجة الإسلام إمام أبو حامد محمد بن محمد بن محمد بن علي الغزالي الطوسي (450ھ-505ھ). فيصل التفرقة بين الإسلام والزندقة. دار البيروتي، 1413ھ/1993م.

5- البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن مغيرة (194ھ-256ھ/810م-870م). الجامع الصحيح. بيروت، لبنان: دار القلم، 1401ھ/1981م.

6- الترمذي، أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ ابن سورة بن موسىٰ بن ضحاک السلمي الترمذي (209ھ-279ھ/825م-892م). السنن. بيروت، لبنان: دار إحياء التراث العربي.

7- الجصاص، أبو بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص الحنفي (942م-917م/305ھ-370ھ). أحكام القرآن. بيروت، لبنان: دار إحياء التراث، 1405ھ.

8- الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي بن ثابت (393ھ-463ھ/1003م-1071م). تاريخ بغداد. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية.

9- الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي بن ثابت (393ھ-463ھ/1003م-1071م). الفقيه والمتفقه. السعودية: دار ابن الجوزي، 1421ھ.

10- أبو داود، سليمان بن أشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السّجستاني (202ھ-275ھ/ 817م-889م). السنن. بيروت، لبنان: دار الفكر، 1414ھ/1994م.

11- الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم المعروف بـ «الشاه ولي الله» (المتوفى: 1176ھ). حجة الله البالغة، دار الجيل. بيروت- لبنان، 1426ھ/2005م.

12- الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم المعروف بـ «الشاه ولي الله» (المتوفى: 1176ھ). الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف. دار النفائس، بيروت، 1404ھ.

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

13- الدهلوي، أحمد بن عبد الرحيم المعروف بـ«الشاه ولي الله» (المتوفى: 1176هـ). عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد. القاهرة، مصر: المطبعة السلفية، 1385هـ.
14- الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز (673هـ-748هـ/1274م-1348م). سير أعلام النبلاء. بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، الطبعة التاسعة: 1413هـ.
15- الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز (673هـ-748هـ/1274م-1348م). مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبه، حيدر آباد دكن: لجنة إحياء المعارف النعمانية، 1408هـ.
16- ابن رجب الحنبلي، زين الدين عبد الرحمن أبو الفرج بن شهاب الدين أحمد بن رجب بن الحسن السلامي البغدادي ثم الدمشقي (736هـ-795هـ/1336م-1393م). جامع العلوم والحكم. بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، 1422هـ/2001م.
17- ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الزهري النصيري (168هـ-230هـ/784م-845م). الطبقات الكبرى (القسم المتمم لتابعي أهل المدينة ومن بعدهم). المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية: مكتبة العلوم والحكم، 1408هـ.
18- الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللّخمي الشامي الطبراني (260هـ-360هـ/873م-971م). المعجم الكبير. القاهرة، مصر: مكتبة ابن تيمية.
19- ابن عابدين الشامي، محمد بن محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي (1244هـ-1306هـ). رد المحتار على الدر المختار على تنوير الأبصار. بيروت، لبنان: دار الفكر، 1386هـ.
20- ابن عساكر، أبو قاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله بن حسين الدمشقي الشافعي (499هـ-571هـ/1105م-1176م). تاريخ مدينة دمشق، المعروف بـ: تاريخ ابن عساكر. بيروت، لبنان: دار الفكر، 1995م.
22- قاسم محمود، ڈاکٹر حمید اللہ کی بہترین تحریریں، بیکن بکس لاہور 2007ء۔
23- ابن قدامة، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد المقدسي (541هـ-620هـ). روضة الناظر وجنة المناظر في اصول الفقه. القاهرة، مصر: المطبعة السلفية، 1392هـ/1972م.
24- ابن كثير، عماد الدين أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير بن ضوء بن درع القرشي الحصلي البصروي الشافعي ثم الدمشقي

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

701)ھ-774ھ/1301م-1373م). فضائل القرآن. بیروت،مکتبۃابن تیمیۃ،1416ھ.

25- لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا،اختلاف امت اور صراط مستقیم، کراچی، پاکستان: مکتبۃ لدھیانوی۔

26- ابن ماجہ، أبوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی(209ھ-275ھ/824م-887م). السنن. بیروت،لبنان: دار الفکر.

27- محمد طاہر القادری، شیخ الاسلام،ڈاکٹر،الانتقال بین المذاہب،لاہور،منہاج القرآن پرنٹرز2019ء۔

28- مسلم، أبو الحسين مسلم ابن الحجاج بن مسلم بن ورد القشيري النيشابوري (206ھ-261ھ/821م-875م). الجامع الصحيح. بيروت،لبنان: داراحياءالتراث العربي.

29- ابن مفلح، محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج، أبو عبد الله، شمس الدين المقدسي الحنبلي (المتوفى:763ھ)، الآداب الشرعية والمنح المرعية، دار النشر: مؤسسة الرسالة - بيروت - 1417ھ/1996م.

30- الملاعلي القاري، علي بن سلطان محمد، أبوالحسن نورالدين الملاالهروي الحنفي(ت: 1014ھ/1606م). مرقاۃالمفاتیح شرح مشكاۃالمصابیح. بیروت،لبنان: دارالکتب العلمیۃ،1422ھ/2001م.

31- النووي، أبوزكريامحيي الدين يحيى بن شرف النووي(المتوفى: 676)،المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج،بيروت: دار إحياءالتراث العربي،1392ھ.

32- ابن هشام، أبومحمد عبدالملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري(ت:213ھ/828م). السيرةالنبوية. بيروت، لبنان: دارالجيل،1411ھ.

33- الهندي، حسام الدين علاء الدين علي المتقي (ت: 975ھ). كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال. بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، 1399ھ/1979م.